AFKĀR *Journal of Islamic & Religious Studies*
Volume 4, Issue 1, June 2020, PP: 83-96
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; hjrs.hec.gov.pk

Scan for download

کفالتِ نبوی ﷺ کے مظاہر: حالیہ کرونا وبا کے تناظر میں خصوصی مطالعہ

Supporting Needy of the Society: Reflections from the Sīrah

A Special Discourse in the Context of Corona Pandemic

Muhammad Saeed Sheikh [1], Hafiz Muhammad Shoaib Shah [2]
[1]Assistant Prof. /Incharge, Modern Centre of Excellence in Islamic Studies, IUB, Pakistan
[2] Doctoral Candidate, Department of Islamic Studies, IUB, Pakistan

ARTICLE INFO

Article History:
Received 30 June 2020
Revised 17 July 2020
Accepted 19 July 2020
Online 20 July 2020

DOI:

***Keywords**:*
Pandemic,
Covid-19,
Influential
Members,
Mutual
Harmony.

ABSTRACT

Prophet of Mercy, Muhammad (peace be upon him) always supported deprived, underprivileged and helpless people. He preferred to help and uplift the oppressed people of the society. His support was not confined to his blood relatives only. He used to support orphans, non-Muslims and slaves all alike, providing them with all kinds of support and protective measures. The recent Covid-19 pandemic infected millions of people all over the world. Many countries imposed strict lockdown to stop spreading the virus which halted the economic activities and resulted in the financial crisis in the society. In this critical situation, people need extra financial support from influential members of society. This article elaborates the supportive and protective attitude of the Prophet (peace be upon him) towards needy people. Multiple examples from Sīrah are quoted and arguments are made on the basis of the practice of the Prophet (peace be upon him).The study concludes that it is a responsibility of influential people to support and stand by those who are in need. This practice will help society flourish and establish a loving bondage between rich and poor for mutual harmony and cordial social behaviour among themselves.

CC BY

تمہید

کرونا وائرس، جسے کووڈ 19 کا نام دیا گیا ہے، چین کے شہر ووہان سے اٹھنے والی اِس وبا نے پورے کرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جو اس سے متاثر نہ ہوا ہو۔ اِس انسانیت دشمن وبا نے جہاں کچی گلیوں میں رہنے والوں کو اپنی لپیٹ میں لیا ہے وہیں محلات اور حکومتی ایوانوں میں رہنے والے بھی اس سے محفوظ نہ رَہ سکے۔ اس وقت صحت کے اعتبار سے کرونا متاثرین کی تعداد ایک کروڑ چالیس لاکھ سے زائد ہے اور کوئی چھ لاکھ کے قریب اپنی زندگی کی بازی ہار چکے ہیں۔[1] دنیا اس وبا سے نمٹنے کے لیے بالکل تیار نہ تھی، جس کی وجہ سے ہسپتال ضرورت سے زیادہ بھر گئے۔ اس وبا کو مزید پھیلنے سے روکنے کے لیے دنیا کے بیشتر ممالک نے لاک ڈاؤن کا فیصلہ کیا، جس کے نتیجے میں فیکٹریاں اور کارخانے بند ہو گئے، معیشت کی ترقی کا پہیہ رک گیا اور کروڑوں لوگوں کا روزگار ختم ہو گیا۔ یہ وبا طبی بحران سے زیادہ معاشی بحران کا سبب بنی اور تقریباً دنیا کے ہر ملک و قوم کی معیشت کو جھٹکا دے چکی ہے۔ سکاٹش حکومت کے چیف ماہرِ معاشیات گیری گلیسپی Gary Gillespie کے بہ قول کرونا وبا ایک معاشی بحران بن چکی ہے۔[2] جرمنی کا شمار اگرچہ دنیا کی چھٹی بڑی معیشت میں ہوتا ہے، مگر اُس کی ریاست ہیس کے وزیر معیشت تھامس شیفر Thomas Schäfer کرونا وبا سے متاثر معیشت کو سنبھالنے کے دباؤ میں خودکشی کر چکے ہیں۔[3] اس سے ترقی یافتہ ممالک کے اقتصادی بحران کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ پاکستان کی معاشی حالت اِس وبا سے پہلے بھی کچھ بہتر نہ تھی، رہی سہی کسر اِس مہلک وبا نے پوری کر دی ہے۔ اِس ارض پاک میں ساڑھے پانچ کروڑ آبادی ایسی ہے جو غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے، ان میں زیادہ تر دیہاڑی دار طبقہ ہے۔[4] اس وبا کی وجہ سے کاروبار میں خسارہ، بے روزگاری اور غربت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔

مشکل کی اِس گھڑی میں اصحابِ ثروت کو تنگ دست اور خستہ حال لوگوں کی مدد کرنی چاہیے، اُن کے پیش نظر رسولِ رحمت ﷺ کا اُسوہ رہنا چاہیے کہ کس طرح نبی رحمت ﷺ نے معاشرے کے کمزور، غریب، بے سہارا، بے آسرا، ضرورت مندوں، محتاجوں اور مفلوک الحال لوگوں کی حالت سدھارنے میں اپنا سب کچھ وار دیا، آپ ﷺ کے ذرائع آمدن کچھ کم نہ تھے، مگر آپ ﷺ نے ذاتی عیش و عشرت کی بجائے اسے ہمیشہ معاشرے کے مظلوم و مقہور اور کمزور و پسماندہ طبقے کی فلاح و بہبود کے لیے صرف کر دیا۔ آپ ﷺ کے اعلانِ نبوت سے پہلے اور بعد کی دونوں زندگیاں غریب پروری سے لبریز ہیں۔ نبوت سے قبل ناداروں کی کفالت کی گواہی آپ ﷺ کی جاں نثار بیوی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے تب دی جب آپ ﷺ پہلی وحی کے بعد گھبرائے ہوئے گھر تشریف لائے اور اُن سے فرمایا کہ میں اپنے لیے خوف محسوس کر رہا ہوں۔ آپ ﷺ کی وفا شعار شریکِ حیات نے اِن الفاظ سے آپ ﷺ کو تسلی دی:

> كَلَّا وَاللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ[5]
>
> ترجمہ: ہرگز نہیں، بہ خدا، اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بھی رسوائی سے ہم کنار نہیں کرے گا، آپ رشتوں کو جوڑتے ہیں، کمزوروں کی مالی مدد کر کے ان کا بوجھ اٹھاتے ہیں، ضرورت مندوں کے لیے کماتے ہیں، مہمان کی آؤ بھگت کرتے ہیں اور حق کی وجہ سے پہنچنے والے مصائب میں اہل حق کی مدد کرتے ہیں۔

پیکر جود و سخا ﷺ کی حیات طیبہ میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ملتا کہ کسی ضرورت مند یا نادار نے آپ ﷺ سے حاجت روائی کی درخواست کی ہو اور

آپ ﷺ نے انکار کر دیا ہو۔ جابر بن عبد اللہؓ فرماتے ہیں: مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لاَ[6]

حضور نبی محتشم ﷺ نے معاشرے کے مختلف طبقوں کی کفالت کا بار اٹھایا ہوا تھا، جن میں آپ ﷺ کے غریب قرابت دار بھی تھے، خواہ وہ حقیقی قرابت دار ہوں یا رضاعی۔ اسی طرح یتیم اور غلام، جنھیں معاشرے کا بالکل کمزور طبقہ سمجھا جاتا ہے، اُن کے نان و نفقہ، ضروریاتِ زندگی کی فراہمی اور اُن کی تعلیم و تربیت کا اہتمام بھی فرماتے۔ عام غریب افراد کی ضروریات پر تو آپ ﷺ اپنے اہلِ خانہ کی ضروریات تک کو قربان کر دیتے تھے۔ ذیل میں ہم رسولِ رحمت ﷺ کے کفالتی مظاہر کا ذکر کرتے ہیں اور اُن مظاہر و وقائع کی روشنی میں جائزہ لیں گے کہ کس طرح اِس کرونا وبا کے دوران فقر و فاقہ کا شکار محتاج و غریب طبقے کی مدد کی جاسکتی ہے۔

قرابت داروں کی کفالت

آپ ﷺ زندگی بھر اپنے قرابت داروں کی خیر خواہی کرتے رہے، تنگ دست اعزہ کی مالی امداد فرماتے اور اُن کے ہر دکھ درد میں شریک رہتے۔ آپ ﷺ خود بھی اپنے قرابت داروں کی تکالیف کو بانٹتے اور دوسروں کو بھی اس نیک کام کی ترغیب دیتے رہتے۔ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کثیر العیال ہونے کے ساتھ اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح معاشی طور پر آسودہ حال نہ تھے۔ مکہ میں جب قحط پڑا تو اُن کی مالی حالت اور ابتر ہو گئی۔ سرکارِ دوعالم ﷺ سے اپنے چچا کی تنگ حالی دیکھی نہ گئی، چنانچہ آپ ﷺ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے پاس آئے اور انھیں اس بات پر آمادہ کیا کہ ہمیں مل کر جناب ابو طالب کا بوجھ بانٹ لینا چاہیے کہ ایک بیٹے کی پرورش و پرداخت کی ذمہ داری میں لے لیتا ہوں اور ایک کا بارِ کفالت آپ اٹھالیں، اس طرح کچھ بوجھ تو اُن کی گردن سے اتر جائے گا۔ چناں چہ آپ ﷺ اور حضرت عباس دونوں ابو طالب کے پاس آئے اور اپنے آنے کی غرض بیان کی۔ جناب ابو طالب کے چار بیٹے تھے۔ طالب، عقیل، جعفر اور علی۔ انھوں نے کہا: طالب و عقیل کو تو میرے پاس رہنے دیں اور باقی دو کے بارے میں آپ لوگ جو مناسب سمجھیں، کرلیں۔ چناں چہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ، جو سب سے کم عمر تھے اور جعفر سے دس سال چھوٹے تھے، کی پرورش کی ذمہ داری لی اور ابو طالب کو جعفر کی کفالت سے حضرت عباسؓ نے بری الذمہ کر دیا۔[7]

حضرت علیؓ اس کے بعد ہمیشہ حضور ﷺ کی کفالت میں رہے، اُن کے جملہ اخراجات و مصارف آپ ﷺ کے ذمہ تھے، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو اس وقت حضرت علیؓ دس سال کے ہو چکے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت عباسؓ، حضور رحمت عالم ﷺ سے عرض گزار ہوئے کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں بہت زیر بار ہوں، غزوہ بدر میں قیدی ہونے کی وجہ سے اپنا فدیہ بھی ادا کیا اور اپنے بھتیجے عقیل کا بھی، اس لیے مجھے کچھ عطا کیجیے۔ رحمت عالم ﷺ کے پاس بحرین سے مال آیا ہوا تھا اور مسجد میں سونے چاندی کا ایک ڈھیر لگا ہوا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس ڈھیر سے لے لو، حضرت عباسؓ نے اپنی چادر بچھائی اور اس ڈھیر سے سونا چاندی اٹھا اٹھا کر اپنی چادر میں رکھنے لگے، جب حضرت عباسؓ سونا لے گئے تو جہاں تک نظر آتے رہے حضور ﷺ اُن کو دیکھتے رہے اور تعجب کرتے رہے۔[8]

رضاعی قرابت داروں کی کفالت

جہاں نبی کریم ﷺ نے حقیقی رشتہ داروں کا خیال رکھا اور انھیں ضروریاتِ زندگی باہم پہنچاتے رہے، وہیں آپ ﷺ نے اپنے رضاعی رشتہ داروں کو بھی کبھی فراموش نہ کیا۔ آپ ﷺ کے والد آپ کی پیدائش سے قبل ہی وفات پاگئے تھے اور والدہ بھی بچپنے میں وصال کر گئیں

تھیں، مگر آپ ﷺ کے رضاعی والدین (یعنی جس خاتون نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا وہ اور اُن کے شوہر) زندہ تھے، وہ جب آپ ﷺ کے پاس تشریف لاتے تو آپ ﷺ اُن کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے، ان کے بیٹھنے کے لیے اپنی چادر رحمت بچھا دیتے اور اُن کی ضروریات کو پورا فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ مکہ مکرمہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں، اس وقت آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو چکے تھے، انھوں نے آپ ﷺ سے قحط سالی اور مویشیوں کی ہلاکت کی شکایت کی، آپ ﷺ نے اپنی رفیقۂ حیات سے مشورہ کیا اور اپنی رضاعی والدہ کو چالیس بکریاں اور ایک سامان سے لدا اونٹ عطا فرمایا، جسے لے کر وہ اپنے اہل خانہ کی طرف لوٹ گئیں۔[9]

یتیموں کی کفالت

آپ ﷺ نے خود بھی یتیمی کی حالت میں پرورش پائی اور روئے زمین پر آپ سے بڑھ کر کوئی یتیموں کی فکر کرنے والا بھی نہ تھا۔ آپ ﷺ نے یتیموں کے ساتھ محبت وشفقت، اُن سے حسن سلوک اور معاشی کفالت کے حوالے سے نہ صرف قولی ہدایات دیں، بلکہ عملاً ایسے اقدامات کیے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ ﷺ نے یتیم کی کفالت کرنے والے کو جنت میں اپنی معیت کی بشارت بھی سنائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وَأَنَا وَكَافِلُ اليَتِيمِ فِي الجَنَّةِ هَكَذَا[10] اور آپ ﷺ نے شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یتیم کی کفالت کرنے والے کو میرا قرب اتنا حاصل ہو گا جتنا اِن دونوں انگلیوں کو آپس میں حاصل ہے۔ ایک اور روایت میں آپ ﷺ نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ وہ یتیم خواہ اس خود کا قرابت دار ہو یا کسی غیر کا، دونوں صورتوں میں اس کے لیے یہ بشارت حاصل ہے۔[11]

ایک روایت میں تو یتیم کی کفالت کی ترغیب دیتے ہوئے یہاں تک فرمایا:

مَنْ عَالَ ثَلَاثَةً مِنَ الْأَيْتَامِ كَانَ كَمَنْ قَامَ لَيْلَهُ وَصَامَ نَهَارَهُ،وَغَدَا وَرَاحَ شَاهِرًا سَيْفَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَكُنْتُ أَنَا وَهُوَ فِي الْجَنَّةِ أَخَوَيْنِ كَهَاتَيْنِ أُخْتَانِ وَأَلْصَقَ إِصْبَعَيْهِ السَّبَّابَةَ وَالْوُسْطَى۔[12]

ترجمہ: جو شخص تین یتیموں کی کفالت اور پرورش کا بار اٹھائے، وہ اس شخص کی مانند ہے جو رات بھر قیام کرے، دن بھر روزہ رکھے اور صبح و شام تلوار سونت کر اللہ کے راستے میں جہاد کرے۔ میں اور وہ جنت میں بھائی بھائی ہوں گے، ان دو بہنوں کی طرح اور (یہ کہہ کر) آپ ﷺ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی ملا دی۔

یتیم کی کفالت کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ صرف اُس کے معاشی اُمور کی دیکھ بھال کی جائے، بلکہ اس میں لباس اور تأدیب وتربیت کا اہتمام کرنا بھی شامل ہے، تبھی یہ فضیلت حاصل ہو گی۔[13] مسلمانوں کے جس گھر میں یتیم کے ساتھ اچھا سلوک روا رکھا جاتا ہے، آپ ﷺ نے اس گھر کو بہترین گھر قرار دیا اور جس گھر میں یتیم کے ساتھ برا سلوک برتا جاتا ہے، اسے مسلمانوں کا بدترین گھر قرار دیا۔[14]

نبی کریم ﷺ نے نہ صرف یتیموں کی کفالت کی دوسروں کو ترغیب دی، بلکہ خود بھی یتیموں کی کفالت میں عملاً اپنا اُسوہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص فوت ہو اور اپنے پیچھے مال چھوڑ جائے تو وہ مال ورثا کے لیے ہے، اگر وہ اپنے پیچھے قرض چھوڑ جائے کہ جس کی ادائیگی کی کوئی سبیل نہ ہو تو وہ قرض میں ادا کروں گا اور اس کے عیال کی کفالت کا بھی میں ہی ذمہ دار ہوں۔[15] آپ ﷺ کی یہ عادتِ مبارک تھی کہ جب کبھی کوئی صحابی کسی غزوہ میں شہادت کے رتبے پر فائز ہو جاتا تو آپ ﷺ اُس شہید کے گھر تشریف لے جاتے اور اُس کے اہل و عیال کا حال دریافت کرتے، اُن کو تسلی دیتے، اُس کے بچوں سے پیار کرتے۔ غزوہ موتہ میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی شہادت کے بعد رسول اللہ

ﷺ اُن کے گھر بھی تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے بھتیجوں کو میرے پاس لاؤ، بچوں سے پیار کیا اور اُن کے حق میں دعائیں فرمائیں۔ جب حضرت جعفرؓ کی بیوہ حضرت اسمأؓ بنت عمیس نے آپ ﷺ کے سامنے اپنے بچوں کی یتیمی اور فقر و محتاجی کے اندیشہ کا اظہار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

الْعَيْلَةَ تَخَافِينَ عَلَيْهِمْ وَأَنَا وَلِيُّهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ[16]

ترجمہ: کیا تمھیں ان بچوں کے فقر و فاقہ کا خوف ہے، میں دنیا و آخرت میں ان کا ولی ہوں۔

حضرت عباسؓ نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی کفالت کی ذمہ داری بھی نبی کریم ﷺ کی ترغیب پر اٹھائی تھی اور آج جب اُن کے بچوں کی کفالت کی ضرورت آن پڑی تو آپ ﷺ نے اِس بارِ کفالت کو نہ صرف دنیا میں اٹھایا، بلکہ آخرت میں بھی اُن کی ذمہ داری لی۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے بھی یتیموں کی کفالت کی ذمہ داری اٹھار کھی تھی۔ عبید اللہ خولانی یتیم تھے اور ام المومنین حضرت میمونہؓ کے زیر کفالت تھے۔[17]

غلاموں کی کفالت

نبی کریم ﷺ کے زیر کفالت غلام بھی تھے، جن کے ساتھ آپ ﷺ کا اعلانِ نبوت سے پہلے بھی حسن سلوک مثالی تھا۔ حکیم بن حزام ملک شام سے چند غلام خرید لائے، جن میں زید بن حارثہ بھی تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ ان کی پھوپھی تھیں، وہ ان کے پاس آئیں تو انھوں نے آپ سے کہا کہ ان میں سے جو غلام آپ پسند فرمائیں، وہ میری طرف سے آپ کو ہدیہ ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے زید کا انتخاب کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب اس غلام کو حضرت خدیجہ کے پاس دیکھا تو مانگ لیا۔ جاں نثار بیوی نے آپ ﷺ کو وہ غلام ہدیہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے اسے آزاد کرتے ہوئے اپنا لے پالک بنالیا۔ یہ واقعہ اعلانِ نبوت سے قبل کا ہے۔[18]

سیرت حلبیہ میں ہے کہ حضرت زید جناب ابو طالب کے اونٹ لے کر ملک شام کی طرف گئے، اپنی قوم کی سرزمین کے پاس سے گزرے تو اِن کے چچا نے اِن کو پہچان لیا اور ان سے احوال دریافت کیے۔ پوری تسلی کر لینے کے بعد ان کے والد حارثہ کو بلایا اور انھوں نے بھی آتے ہی پہچان لیا اور سوال کیا کہ تمہارے مالک تمھارے ساتھ کیسا سلوک کرتے ہیں؟ جس کے جواب میں حضرت زید بن حارثہ نے کہا:

يؤثرني علي أهله وولده ورزقت منه حبا ، فلاأصنع إلا ما شئت

ترجمہ: وہ مجھے اپنے اہل و عیال اور اولاد پر ترجیح دیتے ہیں، مجھ سے محبت کرتے ہیں، میں جو چاہتا ہوں وہی کرتا ہوں۔

یہ سن کر اِن کا باپ، چچا اور بھائی ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ گئے۔[19]

ایک غلام کا اپنے آقا کے بارے میں یہ کوئی معمولی خراج تحسین نہیں ہے۔ عموماً غلام اپنے آقا کے بارے میں شکوہ کناں رہتے ہیں۔

حضرت زید بن حارثہ کے والد حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو آپ ﷺ نے حضرت زید کو اختیار دیا کہ چاہیں تو اپنے والد کے ساتھ چلے جائیں، چاہیں تو یہیں میرے پاس رہ جائیں۔ حضرت زید نے اپنے والد پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے کو ترجیح دی اور ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ رہے، یہاں تک کہ آپ ﷺ نے جب اعلانِ نبوت کیا تو حضرت زید نے آپ ﷺ کی تصدیق کی اور اسلام قبول کیا۔[20]

سیرت حلبیہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں رہنے اور والد و چچا کے ساتھ جانے میں جب اختیار دیا تو حضرت زید نے کہا:

ما أنا بالذي أختار عليك أحدا أنت مني مكان الأب والعم

ترجمہ: میں ایسا نادان نہیں ہوں جو آپ کو چھوڑ کر کسی اور کے ساتھ چلا جاؤں، آپ ہی میرے باپ ہیں اور آپ ہی میرے چچا ہیں۔

اس جواب پر ان کے والد اور چچا نے کہا: اے زید! افسوس! تم آزادی پر، باپ پر، چچا اور گھر والوں پر غلامی کو ترجیح دے رہے ہو۔

حضرت زیدؓ نے جواب دیا کہ میں آپ ﷺ پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔ آپ ﷺ نے جب حضرت زید کے یہ جذبات دیکھے تو انھیں اپنی گود میں بٹھالیا اور فرمایا یہ میرا بیٹا ہے، میں اس کا وارث ہوں گا اور یہ میرا وارث ہوگا۔[21]

جس وقت آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ کو متبنیٰ بنایا، اس وقت اُن کی عمر آٹھ سال تھی۔ آپ ﷺ نے زید کو ساتھ لیا اور حلقۂ قریش کے گرد یہ فرماتے ہوئے چکر لگایا کہ یہ میرا بیٹا ہے، میرا وارث ہوگا اور میں بھی اس کا وارث ہوں گا اور لوگوں کو اس پر گواہ بنایا۔[22]

حضرت زید کے اس ایک واقعے سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے غلاموں کے ساتھ بھی کس درجے کا حسن سلوک کرتے ہوں گے کہ انھوں نے اپنے ماں باپ پر آپ ﷺ کو ترجیح دی۔

حضور ﷺ کا اس غلام کے ساتھ روّیہ عام آقاؤں اور مالکوں والا نہ تھا، بلکہ آپ ﷺ نے اسے بیٹوں اور گھر کے افراد کی طرح رکھا۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ نے حضرت زیدؓ سے فرمایا: وَأَمَّا أَنْتَ يَا زَيْدُ، فَأَخُونَا وَمَوْلَانَا،[23] "اے زید تو تو ہمارا بھائی اور مولا ہے"۔

طبرانی کی المعجم الاوسط میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دو غلام تھے: ایک حبشی اور دوسرا قبطی، جن کی آپس میں کسی بات پر گالم گلوچ ہوگئی، ایک نے دوسرے کو یا حبشی کہا اور اس نے بھی جواباً اسے یا قبطی کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُولَا هَذَا، فَإِنَّمَا أَنْتُمَا رَجُلَانِ مِنْ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ[24]

ترجمہ: تم دونوں ایسا نہ کہو، تم دونوں تو آلِ محمد سے ہو۔

ربائب النبی کی کفالت

اپنی ماں کے دوسرے شوہر کی آغوش میں پرورش پانے والوں کو ربائب کہتے ہیں۔ ازواج مطہرات میں سے جن امہات کی اولاد، سابقہ شوہروں سے تھیں اُن سب کی نگرانی آقا دوعالم ﷺ نے کی جن کے اسما مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ حضرت ہند بن نباش، 2۔ ہالہ بن نباش، 3۔ طاہر بن نباش، 4۔ ہند بنت عتیق، 5۔ سلمہ بن عبد اللیل، 6۔ عمر بن ابی سلمہ، 7۔ درہ بنت ابی سلمہ، 8۔ زینب بنت ابی سلمہ، 9۔ عبد الرحمٰن بن سکران، 10۔ حبیبہ بنت عبد اللہ۔ ان میں اول چار سیدہ خدیجہؓ سے تھے اور اس کے بعد کے چار سیدہ ام سلمہؓ اور عبد الرحمٰن سیدہ سودہؓ سے اور حضرت حبیبہ، ام حبیبہؓ سے تھیں۔

رسول اکرم ﷺ نے اپنی ازواج کے سابقہ شوہروں کی اولاد کی معاشی کفالت کا بار اٹھانے کے ساتھ ساتھ اُن کی بہترین تربیت کی اور اُن کے ساتھ کبھی سوتیلے پن کا سلوک نہ کیا، یہاں تک کہ انھیں بھی اپنے اہل بیت میں شمار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے جب حضرت ام سلمہؓ کو پیغام نکاح بھیجا تو انھوں کچھ عذر پیش کیے، جن میں ایک یہ تھا کہ میں بال بچوں والی ہوں، یعنی ان بچوں کی کفالت کی ذمہ داری مجھ پر ہے، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اب وہ اللہ اور اُس کے رسول کی ذمہ داری ہے۔[25] حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کی بیٹی، جو ان کے پہلے شوہر ابو سلمہ عبد اللہ بن عبد الاسد سے تھیں، حبشہ میں پیدا ہوئی تھی اور اِن کا نام بَرَّہ تھا، آپ ﷺ نے ان کا نام تبدیل کرکے زینب رکھا۔[26] یہی زینب بنت ام سلمہ بیان کرتی ہیں[27] کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہؓ کے پاس حسنؓ، حسینؓ اور فاطمہؓ کے ساتھ تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے حسن کو ایک پہلو میں، حسین کو دوسرے پہلو میں بٹھایا اور فاطمہ آپ کی گود میں تھیں۔ آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

رَحْمَتُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ[28]

ترجمہ: اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہیں، بے شک اللہ باعث تعریف اور بڑائی والا ہے۔

حضرت زینبؓ کہتی ہیں کہ میں اور ام سلمہؓ (میری والدہ) بیٹھی ہوئی تھیں کہ ام سلمہ رونے لگیں، آپ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ کو کس چیز نے رلا دیا، انھوں نے جواب دیا کہ آپ نے انھی کو رحمت و برکت میں خاص کیا ہے، جب کہ مجھے اور میری بیٹی کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ آپ اور آپ کی یہ بیٹی میرے اہلبیت میں سے ہی ہیں۔[29]

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کے پہلے شوہروں کی اولاد کو حقیقی اولاد کی طرح لاڈ لڈاتے اور ناز و نعمت سے پالتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ غسل کرتے تو حضرت ام سلمہؓ، زینب بنت ابی سلمہ کو، جو چھوٹی بچی تھیں، نبی کریم ﷺ کے پاس بھیج دیتیں، آپ ﷺ اس کے چہرے پر پانی چھینکتے اور فرماتے کہ "لوٹ جا"۔ یہ اسی عمل کی برکت تھی کہ حضرت زینب بنت ابی سلمہ کے بڑھاپے میں بھی چہرے پر بڑھاپے کے آثار نمودار نہ ہوئے۔[30] یہ آپ ﷺ کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ زینب بنت ام سلمہ کا شمار اپنے زمانے کی فقیہ عورتوں میں ہوتا تھا۔[31]

غیر مسلموں کی مالی امداد

نبی کریم ﷺ کے نبوت کے پہلے تیرہ سال میں کون سا ظلم ہے جو اہل مکہ نے آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب پر روا نہیں رکھا، یہاں تک کہ آپ ﷺ اور آپ کے اصحاب کو مدینہ ہجرت کرنا پڑی۔ مشرکین مکہ کو مسلمانوں کا مدینہ میں بھی سکھ چین سے رہنا گوارا نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ بدر، احد اور احزاب جیسے معرکے ہوئے۔ مکہ میں جب قحط پڑا تو رسول رحمت ﷺ نے اہل مکہ کے لیے پانچ سو دینار کی امدادی رقم بھیجی، یہاں تک کے حکم فرمایا کہ اس رقم کو ابو سفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ کے حوالے کی جائے، تا کہ وہ غربائے مکہ میں اسے تقسیم کر دیں۔[32] پانچ سو دینار، جو ساڑھے ستاسی گرام سونا بنتا ہے، آج کے دور میں جس کی مالیت ساڑھے آٹھ لاکھ سے زائد بنتی ہے، اتنی بڑی امدادی رقم اور وہ بھی ابو سفیان اور صفوان کے حوالے کرنا جو اُس وقت اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے سخت دشمن تھے۔

نو مسلموں کی کفالت

رسول اللہ ﷺ نو مسلموں کا، جو معاشی طور پر آسودہ حال نہ ہوتے، بارِ کفالت خود اٹھاتے یا کسی کو اس کی ترغیب دیتے۔ بنی عذرہ کے تین افراد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو ان لوگوں کی خبر گیری کے سلسلے میں مجھے بے فکر کر دے؟ حضرت طلحہؓ نے عرض کی کہ میں اس ذمہ داری کو قبول کرتا ہوں، چنانچہ وہ تینوں حضرت طلحہ کے پاس رہنے لگے۔[33]

عام غربا کی کفالت

معاشرے کا نادار اور محتاج طبقہ بھی اپنی ضروریات و حاجات کے لیے رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھتا اور آپ ﷺ ہمیشہ ایسے لوگوں کی امداد فرماتے، اگر خود کے پاس کچھ نہ بھی ہوتا تو قرض لے کر حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے یا کسی صاحب ثروت کو اس کی حاجت روائی کی ترغیب دیتے۔ نبوت سے قبل رسول اللہ ﷺ لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر غار حرا میں عبادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے اور اعتکاف فرماتے تھے۔ بعض اوقات یہ اعتکاف مہینہ بھر کا ہوتا اور آپ ﷺ اپنے ساتھ جو توشہ اور کھانے پینے کا سامان لے جاتے، اس سے محتاجوں اور ضرورت مندوں کی شکم پروری فرماتے: يُطْعِمُ مَنْ جَاءَهُ مِنْ الْمَسَاكِينِ[34]

اعلانِ نبوت سے قبل بھی آپ ﷺ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ ضرورت مندوں، غریبوں، کمزوروں اور بے سہارا لوگوں کی عملاً مدد کرتے اور بعد میں بھی آپ ﷺ کا یہی معمول رہا۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک بچے نے حاضر ہو کر

عرض کی کہ میری والدہ آپ سے ایک قمیص کی خواست گار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس وقت تو کچھ نہیں ہے، پھر کسی وقت آنا۔ اُس بچے نے اپنی والدہ کو جا کر صورت حال بتائی، جس پر اُس کی والدہ نے اسے دوبارہ آپ ﷺ کے پاس بھیجا کہ جو قمیص آپ نے پہنی ہے، وہی عطا کر دیں۔ آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے، قمیص اتار کر اُس بچے کو دے دی اور خود گھر میں بغیر قمیص کے بیٹھ گئے۔ ادھر حضرت بلالؓ نے اذان دی اور صحابہ انتظار کر رہے ہیں اور آپ (قمیص نہ ہونے کے سبب) نماز کے لیے تشریف نہیں لائے، جس پر سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر انتیس نازل ہوئی۔[35] یہ سورہ بالاتفاق مکی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بھی مکہ مکرمہ میں پیش آیا ہو گا۔

حضرت مقداد بن الاسودؓ کہتے ہیں کہ میں اور میرے دو اور ساتھی آئے، بھوک اور فاقے کی وجہ سے ہماری بینائی اور سماعت دونوں متأثر ہو چکی تھی۔ ہم اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر پیش کرتے، مگر کوئی ہمیں قبول نہ کرتا۔ آخر کار ہم لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر (حاجت خواہ ہوئے)۔ آپ ﷺ ہمیں اپنے گھر لے گئے، وہاں تین بکریاں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ان بکریوں کا دودھ نکالو، پھر ہم ان کا دودھ نکالتے اور ہم میں سے ہر ایک اپنے حصے کا دودھ پی لیتا اور نبی کریم ﷺ کا حصہ اٹھا کر رکھ دیتے۔[36]

ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ آپ اُس کی مہمان نوازی کریں، مگر آپ ﷺ کے پاس اُس وقت اُس کی مہمان نوازی کے لیے کوئی چیز نہ تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: أَلاَ رَجُلٌ يُضِيفُ هَذَا رَحِمَهُ اللَّهُ ، کیا کوئی آدمی ہے جو اس کی مہمان نوازی کرے اور اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے۔ انصار میں سے حضرت ابو طلحہؓ نے یہ خدمت سرانجام دی۔[37]

عہد رسالت میں آپ ﷺ کے اصحاب کو جب کبھی بھوک ستاتی اور وہ اپنے پاس کھانے کو کچھ نہ پاتے تو پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے نبی کریم ﷺ کے دولت کدہ پر حاضر ہوتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بھوک کے سبب اپنے گھر سے مسجد کی طرف نکلا، تو میری ملاقات صحابہ کرام کی ایک جماعت سے ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے استفسار کیا کہ کس چیز نے اس وقت نکلنے پر مجبور کیا؟ میں نے کہا کہ مجھے تو بھوک کی شدت نے نکالا ہے۔ انھوں نے کہا کہ بخدا ہم بھی بھوک کی وجہ سے نکلے ہیں۔ ہم کھڑے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے ہم سے اس وقت آنے کی وجہ دریافت کی تو ہم نے عرض کیا کہ ہمیں بھوک آپ کی خدمت میں لے آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کھجوروں کی ایک تھالی لائے، ہم میں سے ہر ایک کو دو دو کھجوریں عطا کیں اور فرمایا: كُلُوا هَاتَيْنِ التَّمْرَتَيْنِ وَاشْرَبُوا عَلَيْهِمَا مِنَ الْمَاءِ فَإِنَّهُمَا سَتَجْزِيَانِكُمْ يَوْمَكُمْ هَذَا، یہ دونوں کھجوریں کھاؤ، اُن پر پانی پی لو، آج کے لیے تمھیں کافی ہو جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک کھجور کھالی اور ایک گود میں رکھ لی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ! یہ کھجور تو نے کیوں رکھی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اپنی والدہ کے لیے بچا رکھی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسے بھی کھالو، ہم آپ کی والدہ کے لیے دو کھجوریں اور دے دیں گے، چنانچہ وہ بھی میں نے کھالی اور آپ ﷺ نے میری والدہ کے لیے دو کھجوریں اور عطا کر دیں۔[38]

نبی اکرم ﷺ ہمیشہ فاقہ مست رہے، کبھی سیر ہو کے نہیں کھایا، کئی کئی دنوں آپ ﷺ کے گھر چولھا نہ جلتا۔ اس کی وجہ غربت ہر گز نہ تھی، آپ ﷺ کے ذرائع آمدن کفایت کرنے والے تھے، مگر اپنی آمدن کا بڑا حصہ ضرورت مندوں پر نچھاور کر دیتے۔ اعرج، حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بھوکے رہا کرتے تھے۔ اعرج کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ یہ بھوک کیسی ہوتی تھی؟ انھوں نے کہا کہ اُن لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جو آپ کو گھیرے رہتے تھے، مہمانوں کی وجہ سے، ایک جماعت آپ کو چمٹی رہتی اور آپ ﷺ نے کبھی بھی کھانا

اکیلے تناول نہیں فرمایا، آپ کے ساتھ صحابہ بھی کھانے میں شریک ہوتے اور ضرورت مند بھی جو مسجد سے ہی آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیتے تھے۔[39]

نبی کریم ﷺ اپنے مہمانوں اور حاجت مندوں کے خورد ونوش کے اہتمام میں بسا اوقات آپ ﷺ کو اور آپ کے اہل خانہ کو فاقہ کرنا پڑتا۔ آپ ﷺ کی حیات طیبہ میں ایسی کئی مثالیں ہیں کہ مہمان یا حاجت مند تو پیٹ بھر کر سیر ہوا، مگر اہل خانہ کو خالی پیٹ شب گزارنی پڑی۔ جہجاہ غفاری سے مروی ہے کہ میں اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ، جو اسلام لانا چاہتے تھے، آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، مغرب کی نماز میں آپ ﷺ کے ساتھ شریک ہوا، پھر جب آپ ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو فرمایا کہ ہر شخص اپنے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ تھام لے، ہاتھ تھامنے کا مقصد یہ تھا کہ اپنے ساتھ ایک ایک مہمان یا مستحق شخص لے جائے اور اس کی خاطر مدارت کرے۔ مسجد میں میرے اور اللہ کے رسول ﷺ کے سوا کوئی باقی نہ رہا میں چونکہ طویل قد و قامت والا تھا، میرے سامنے کوئی نہ آیا پھر رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے، میرے لیے بکری کا دودھ دوہا تو میں اس کو پی گیا، حتی کہ آپ ﷺ نے سات مرتبہ دوہا میں سب پی گیا، چونکہ اس میں حضور ﷺ کا بھی حصہ تھا تو آپ ﷺ کی باندی ام ایمن بولی: اللہ اسے بھوکا ہی رکھے جس نے آج رسول اللہ ﷺ کو بھوکا رکھا۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ام ایمن! رکو، رکو، اُس نے اپنا ہی رزق کھایا ہے اور ہمارا رزق اللہ کے ذمے ہے۔ پھر صبح ہوئی تو وہ (جہجاہ غفاری) اور اس کے ساتھی جمع ہوئے تو ہر آدمی بیان کرنے لگا کہ اس کی کیا خاطر تواضع ہوئی۔ میں نے بھی کہا کہ آپ نے میرے لیے سات مرتبہ دودھ دوہا اور میں سب پی گیا، اور ایک ہانڈی کھانا مزید میرے لیے تیار کیا گیا، میں وہ بھی کھا گیا۔ پھر صحابہ نے آپ کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی اور آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ ہر شخص اپنے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ تھام لے تو مسجد میں میرے اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی باقی نہ رہا، میں چونکہ طویل قد والا تھا، میرے سامنے کوئی نہ آیا، پھر رسول اللہ ﷺ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے۔ میرے لیے بکری کا دودھ دوہا تو میں اس دفعہ اسی کو پی کر سیر ہو گیا۔ ام ایمن بولی یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ ہمارا وہی مہمان نہیں ہے؟ فرمایا: کیوں نہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: لیکن بات یہ ہے کہ آج اس رات اس نے مومن کی آنت میں کھایا ہے اور اس سے پہلے کافر کی آنت میں کھاتا رہا ہے۔ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں۔[40]

اسی طرح کا ایک واقعہ مسند امام احمد بن حنبل میں بھی ہے۔ حضرت ابوبصرہ غفاری سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ میں قبول اسلام سے قبل ہجرت کر کے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی کریم ﷺ نے ایک بکری کا دودھ مجھے دوہ کر دیا، جسے وہ اپنے اہل خانہ کے لیے دوہتے تھے۔ میں نے اسے پی لیا اور صبح ہوتے ہی میں نے اسلام قبول کر لیا۔ نبی کریم ﷺ کے اہل خانہ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ ہمیں کل کی رات طرح آج بھی بھوکا رَہ کر گزارہ کرنا پڑے گا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے آج بھی مجھے دودھ دوہ کر عطا فرمایا، میں نے اسے نوش کیا اور سیراب ہو گیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کیا تم سیراب ہو گئے؟ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آج میں ایسے سیراب ہوا ہوں کہ اس سے پہلے کبھی اس طرح سیراب ہوا نہ پیٹ بھرا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں۔[41]

مواخاتِ مدینہ: اجتماعی کفالت کا نرالا تصور

نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب ایک آزاد مسلم معاشرے کے ساتھ نئے دور کا آغاز کیا تو باہمی کفالت کا ایک نیا

اسلوب بھی متعارف کرایا، مواخات سے آپ ﷺ نے اجتماعی کفالت کے نظام کی بنیاد رکھی، یہ کل نوے آدمی تھے، جن میں مواخات ہوا تھا، پینتالیس مہاجرین میں سے اور پینتالیس انصار میں سے۔[42] بعض روایات میں ہے کہ یہ مواخات سو لوگوں کے مابین ہوا تھا، پچاس مہاجر تھے اور پچاس انصار۔ آپ ﷺ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنا دیا، جو اس کی ضروریات کا کفیل ہوتا، اس دوران اُن میں سے جو فوت ہو جاتا دوسرا اس کا وارث بھی قرار پاتا۔ [43] اس طرح مہاجرین کی ضروریات کی کفالت انصار کے مختلف خاندانوں میں تقسیم ہو گئی۔ انصار مدینہ نے جس حوصلے اور ایثار کے ساتھ مہاجرین کی یہ خدمت کی، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو سعدؓ بن ربیع کا بھائی بنایا، سعدؓ بن ربیع نے عبد الرحمن بن عوفؓ سے کہا کہ میں انصار میں زیادہ مالدار ہوں، اس لیے میں اپنا آدھامال آپ کو دیتا ہوں اور دیکھ لو میری جو بیوی تمھیں پسند آئے، میں اس کو تمھارے لیے چھوڑدوں، جب وہ عدت سے فارغ ہو جائے تو تم اس سے نکاح کر لو، عبد الرحمنؓ نے کہا مجھے اس کی حاجت نہیں، یہاں کوئی بازار ہے جہاں تجارت ہوتی ہو تو مجھے وہ بتادو۔[44] یہ نظام اس وقت تک قائم رہا جب تک سب لوگ اپنے اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو گئے۔

اصحابِ صفہ کی کفالت

رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے متصل ایک چبوترہ بنوایا، جسے صفہ کہتے ہیں۔ اس چبوترے میں صحابہ کرام کی وہ جماعت رہتی تھی، جن کا کوئی گھر بار تھا نہ ذریعہ معاش، وہ دن بھی اسی چبوترے میں گزارتے اور رات بھی یہیں بسر کرتے۔ کسی نے شادی کر لی یا وفات پا گیا یا مسافر ہو گیا تو اس لحاظ سے اِن کی تعداد کم زیادہ ہوتی رہتی تھی[45]۔ ابو نعیم اصفہانی نے حلیۃ الاولیا میں سو سے زائد اسمائے گرامی کا ذکر کیا ہے جو صفہ میں اقامت پذیر تھے۔ ان کا مقصد دن رات آپ ﷺ کی خدمت میں رہنا اور تعلیم حاصل کرنا تھا۔ صفہ کو ایک لحاظ سے سرکاری مہمان خانہ بھی کہہ سکتے ہیں، جس کی تائید اِس بات سے ہوتی ہے کہ کوئی شخص باہر سے مدینہ میں آتا، اگر یہاں اُس کا کوئی واقف کار ہوتا تو اُس کے ہاں قیام پذیر ہوتا، ورنہ وہ صفہ میں آ ٹھہرتا۔[46]

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں اُن ستر اصحابِ صفہ میں سے تھا، جن میں کوئی بھی ایسا آدمی نہیں تھا کہ جس کے پاس جبہ وغیرہ ہو، چادر یا تہہ بند ہوتی جس کو وہ گردنوں سے باندھ لیتے تھے۔ بعض کی چادریں گھٹنوں تک پہنچتی اور بعض کی اس کے نیچے تک، ان میں سے کوئی جب رکوع میں جاتا تو چادر کو اس خوف سے پکڑ لیتا کہ کہیں ستر نہ کھل جائے۔[47] اصحاب صفہ کے پاس اوڑھنے کو چادر تک نہ ہوتی تھی، صرف ایک تہ بند ہوتی، اسی کو باندھے رکھتے۔ واثلہ بن اسقع کہتے ہیں: وما منا أحد عليه ثوب تام، ہم میں سے کسی ایک کو بھی مکمل لباس میسر نہ تھا[48] حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے تیس ایسے اہالیانِ صفہ کو دیکھا جو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے اور اُن کے جسموں پر قبائیں نہیں ہوتی تھیں۔ واثلہ بن اسقع بھی اسی قسم کی بات کرتے ہیں کہ میں نے تیس اصحابِ رسول کو دیکھا کہ وہ آپ ﷺ کی اقتدا میں صرف تہ بند کے ساتھ نماز ادا کرتے اور میں بھی اُن میں سے ایک تھا۔[49]

تنگ دستی اور مفلوک الحالی کا یہ عالم تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ لوگوں کو نماز پڑھاتے تو ان اصحابِ صفہ کو کھڑے ہونے کی سکت نہ ہوتی اور گر پڑتے۔ بعض دیہاتی انھیں پاگل کہتے۔ رسول اللہ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو اصحابِ صفہ کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ اگر تمھیں پتا چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمھارا کیا مقام و مرتبہ ہے تو تم اس بات کو پسند کرو کہ تمھارے فاقے و تنگ دستی میں اور اضافہ ہو۔[50]

خوراک کی قلت اور فاقوں کی کثرت کا اندازہ حضرت ابوہریرہؓ کے ان الفاظ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے:

وَأَنَّ كَانَ لَيُغْشَى عَلَيَّ فِيمَا بَيْنَ بَيْتِ عَائِشَةَ وَأُمِّ سَلَمَةَ مِنَ الْجُوعِ[51]

ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کے حجروں کے درمیان بھوک کی وجہ سے مجھ پر غشی طاری ہو جاتی۔

معاشرے کے اِن مفلس، نادار اور مفلوک الحال طبقے کے لیے آپ ﷺ نے ایک منظم بندوبست کیا ہوا تھا۔ جب شام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اِن فاقہ کشوں کو اپنے صحابہ میں سے صاحبانِ ثروت کے درمیان تقسیم فرمادیتے، کوئی ایک کو اپنے ہمراہ لے جاتا تو کوئی دو کو اور کوئی تین کو (یہاں راوی نے دس تک کا ذکر کیا)، حضرت سعد بن عبادہ ہر رات اپنے گھر اسی محتاجوں کو لے جاتے اور اُن کی فاقہ شکنی کا سامان کرتے۔[52] بعض روایات میں ہے کہ فاقہ مستوں کی تقسیم کے بعد کبھی دس افراد بچ جاتے یا کبھی اس سے کم یا زیادہ، تو انھیں رسول اللہ ﷺ اپنے گھر لے جاتے اور رات کا کھانا کھلاتے، پھر انھیں فرماتے کہ مسجد میں سو جاؤ۔[53] نبی کریم ﷺ کے پاس اگر کوئی صدقہ آتا تو آپ ﷺ اِن اضیافِ اسلام کی طرف بھیج دیتے اور خود ہاتھ تک نہ لگاتے۔ اگر کوئی آپ ﷺ کی خدمت میں ہدیہ پیش کرتا تو وہ بھی آپ ﷺ ان کی طرف بھیج دیتے اور خود بھی اس میں شریک ہوتے۔[54]

رسول اللہ ﷺ کی اپنے اہل وعیال پر اصحابِ صفہ کی ضرورتوں کی ترجیح دینے کے حوالے سے اس سے زیادہ روشن مثال اور کیا ہوسکتی ہے کہ آپ ﷺ کی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہؓ امید سے تھیں، تنور پر روٹیاں پکانے کی وجہ سے اس کی حدت آپ کے پیٹ تک پہنچتی تھی، اس اثنا میں آپؓ نے باباجانی ﷺ سے ایک خادم کا سوال کیا، (جب کہ ان دونوں خادم اور لونڈیاں آئی ہوئی بھی تھیں)، آپ ﷺ نے اپنی نورِ نظر اور جنتی عورتوں کی سردار کو جواب دیا: لا أعطيك وأدع أهل الصفة تطوى بطونهم من الجوع[55]

ترجمہ: ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں آپ کو دوں اور اہلِ صفہ کو چھوڑ دوں، بھوک کے سبب جن کے پیٹ اکھٹے ہوئے جارہے ہیں۔

بیٹی ہو، پھر سب سے چھوٹی ہو اور لاڈلی ہو، امید سے ہو، کون باپ ہو گا جو اس کے لیے راحت کا سامان مہیا نہیں کرے گا؟ مگر آپ ﷺ نے خستہ حال اور معاشرے کے کمزور طبقے کی راحت رسانی پر اپنی اولاد کی راحت کو قربان کر دیا۔

نتائج بحث

الغرض نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ایک فرد کی حیثیت سے ہو یا ریاست مدینہ کے سربراہ کے طور پر، آپ ﷺ نے معاشرے کے کمزور اور نادار طبقے کو اٹھانے کے لیے اپنے تمام وسائل صرف کر دیے، یہاں تک کہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کی ضرورتوں پر غربا، محتاجوں، مساکین، یتامی اور غلاموں کی ضرورتوں کو مقدم رکھا، خود اور اہل خانہ روکھی سوکھی پر گزارا کرلیتے اور خستہ حال لوگوں کی امداد میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے۔

آج کرونا وبا کے نتیجے میں غربت وافلاس میں ہونے والے اضافے کو روکنے اور اسے کم کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اُن عملی اقدامات سے روشنی حاصل کرنا ہو گی جو آپ ﷺ نے سماج کے کمزور طبقے کی فلاح وبہبود کے لیے کیے۔ اس وبا نے صحت پر اتنا حملہ نہیں کیا جتنا دنیا کی اقتصادیات پر کیا ہے، اس نے پوری دنیا کی معیشت کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس وبا کے نتیجے میں پاکستان میں بھی بے روزگاری میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے، بالخصوص مزدور اور دیہاڑی دار طبقہ، جن کی روزانہ کی کمائی سے چولہا جلتا تھا، آج وہاں فاقوں نے ڈیرے ڈال لیے ہیں۔ اس

صورت حال سے نمٹنے کے لیے کفالت نبوی ﷺ کے عملی مظاہر کی روشنی میں صاحبانِ ثروت کو انفرادی سطح پر درج ذیل اقدامات کرنا ہوں گے:

1. سرکاری اعداد و شمار کے مطابق پاکستان میں اس وبا نے اڑھائی لاکھ سے زائد افراد کو متاثر کیا ہے، ساٹھ سے ستر ہزار افراد میں اب بھی وائرس موجود ہے۔[56] اِن میں بڑی تعداد معاشرے کے متوسط اور کمزور طبقے کی ہے، جو اسپتالوں کے خرچے اٹھانے اور بہتر علاج معالجے کی سکت نہیں رکھتے۔ ایسے افراد کی ادویات کے لیے، اسپتالوں کے خرچ اور بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی میں دل کھول کر تعاون کرنا چاہیے۔

2. اس وائرس نے پاکستان میں اب تک پانچ ہزار افراد کو ابدی نیند سلا دیا ہے۔ وفات پانے والوں میں یقیناً ایسے لوگ بھی ہوں گے، جو اپنے خاندان کے واحد کفیل ہوں گے۔ ان کی وفات سے ہو سکتا ہے کہ گھروں میں نوبت فاقوں تک پہنچ چکی ہو اور بیوہ کے ساتھ اُن میں یتیم بچے بھی ہوں۔ جنت میں رسول اللہ ﷺ کے قرب کے حصول کے لیے ایسے خاندانوں کی مالی امداد، کھانے پینے کی اشیا کی فراہمی کرنی چاہیے۔

3. سادگی کو فروغ دینا چاہیے، بالخصوص اس وبا کے دنوں میں۔ سادگی کو فروغ دے کر اس سے ہونے والی بچت کو غریبوں، محتاجوں اور ناداروں کی فلاح و بہبود پر خرچ کریں۔

4. کرونا کی وبا کے نتیجے میں ہونے والے لاک ڈاؤن نے سب سے زیادہ مزدور طبقے کو متاثر کیا ہے۔ یومیہ اجرت پر کام کرنے والوں کا المیہ ہی یہی ہے کہ کام کریں گے تو اس دن اُن کے گھر کا چولہا جلے گا۔ لاک ڈاؤن اور وبا کے خوف نے یومیہ اجرت پر کام کرنے والوں کے گھروں میں فاقوں نے ڈیرے ڈال لیے ہیں۔ ان کی حالت اصحابِ صفہ کے مفلوک الحالوں سے مختلف نہیں ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے بنیادی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی میں تعاون کریں۔

5. بلاشبہ اس وبا نے ہر قسم کے کاروبار کو متاثر کیا ہے۔ کئی کارخانے بند ہو چکے ہیں، ترقی کا پہیا ریورس گیئر میں چل رہا ہے، مگر اس ساری صورت حال کے باوجود کارخانوں کے مالکان کو چاہیے کہ وہ اپنے ملازمین کو ملازمت سے برخاست نہ کریں۔ یہ مشکل وقت بھی گزر جائے گا۔

6. اسلامی سماج میں مساجد کو ہمیشہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے ساتھ معاشرے کے ناداروں اور بے گھر افراد کے لیے چبوترہ تعمیر کروایا تھا۔ آج بڑے بڑے شہروں میں مزدور طبقہ پلوں کے نیچے، پارکوں، فٹ پاتھوں پر اور کھلے آسمان تلے سونے پر مجبور ہے۔ کرونا وبا کے معاشی اثرات کو کم کرنے کے لیے، وقتی طور پر ہی سہی، ایسے افراد پر مسجدوں کے دروازے کھول دینے چاہییں تاکہ وہ وہاں قیام کر سکیں اور اہل محلہ کو اُن کی شکم سیری کے لیے رسول اللہ ﷺ کے اسوہ پر عمل کرنا چاہیے۔

7. صدقاتِ واجبہ، جیسے زکوۃ اور عشر وغیرہ کے علاوہ صدقاتِ نافلہ کا بھی التزام کرنا چاہیے۔

8. لوگوں کی امداد میں صرف اللہ کی رضا پیش نگاہ ہو، نمود و نمائش اور ریاکاری نہ ہو۔ اس وبا کے نتیجے میں بہت سے افراد، انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی لوگوں کی مدد کرتے نظر آئے ہیں، مگر ایسے لوگوں کی بھی کمی نہ تھی کہ امداد کم ہے اور تشہیر زیادہ، جس سے نادار طبقے کی عزت نفس بھی مجروح ہوتی ہے اور اللہ کے ہاں اجر بھی نہیں ملتا۔

9. مالی امداد میں پہلے اپنے عزیز و اقارب میں مستحق افراد کو تلاش کریں، غریب پروری کا ثواب بھی ملے گا اور صلہ رحمی کا اجر بھی۔

10. اس وبا کے خاتمے اور بچاؤ کے لیے عملی اقدامات کے ساتھ ساتھ ہر وقت اللہ تعالیٰ سے دعا گو رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس وبا سے پوری انسانیت کی حفاظت فرمائیں، متاثرین کو صحت یاب کریں اور وفات پانے والوں کی کامل مغفرت فرمائیں۔ آمین

حواشی وحوالہ جات

[1] https://www.covidvisualizer.com/ Accessed July 18, 2020.

[2] https://www.bbc.com/news/uk-scotland-52367295 Accessed July 19, 2020.

[3]https://www.insideover.com/economy/german-state-financial-minister-found-dead-in-apparent-suicide.html Accessed 19 July 2020.

[4] https://urdu.pamirtimes.net/2020/05/22/asd-2208 Accessed 19 July 2020.

[5] ابو عبد الله محمدبن اسماعيل البخارى،**الجامع الصحيح**،كتاب بدءالوحي،باب كيف كان بدءالوحي إلى رسول الله ﷺ،رقم الحديث:1۔

[6] أبو الحسين مسلم بن الحجاج القشيرى،**الجامع الصحيح**،أبواب الفضائل،باب مَا سُئِلَ رَسُولُ اللَّهِ -ﷺ- شَيْئًا قَطُّ فَقَالَ لا،وَكَثْرَةِ عَطَائِهِ،رقم الحديث:6158۔

[7] ابو محمد عبد الملك ابن هشام،**السيرة النبوية**،(مصر:مطبع مصطفي البابي الحلبي،1955ء)،ج1،ص246۔

[8] محمد بن يوسف الصالحي،**سبل الهدى والرشادفي سيرة خير العباد،وذكر فضائله وأعلام نبوته وأفعاله وأحواله في المبدأ والمعاد**،(بيروت:دار الكتب العلمية،1993ء)،ج4،ص71-72۔

[9] ابوعبداالله ابن سعد،**الطبقات الكبرى**،(بيروت:دار الكتب العلمية،1990ء)ج1،ص92۔

[10] البخارى،**الجامع الصحيح**،كتاب الطلاق،باب اللعان،رقم الحديث:5304۔

[11] مسلم،**الجامع الصحيح**،كتاب الزهد والرقائق،باب الإحسان علي الأرملة والمسكين واليتيم،رقم الحديث:7660۔

[12] أبو عبد الله محمد بن يزيد القزويني ابن ماجة،**السنن**،كتاب الأدب،باب حق اليتيم،رقم الحديث:3680۔

[13] يحيى بن شرف النووي،**المنهاج شرح صحيح مسلم بن الحجاج**،(بيروت:دار إحياء التراث العربي،1392ھ)،ج18،ص113۔

[14] ابن ماجة،**السنن**،كتاب الأدب،باب حق اليتيم،رقم الحديث:3679۔

[15] البخارى،**الجامع الصحيح**،كتاب الاستقراض وأداءالديون والحجروالتفليس،باب الصلاة على من ترك دينا،رقم الحديث:2268۔

[16] ابو عبد الله احمد بن محمد ابن حنبل،**المسند**،(بيروت:مؤسسة الرسالة،2002ء)،ج3،ص279،رقم الحديث:1750۔

[17] أبو بكر عبد الله بن محمد ابن أبي شيبة،**المُصَنَّف فى الاحاديث والاثار**،(الرياض:مكتبة الرشد،1409ھ)،ج2،ص36،رقم الحديث: 6170۔

[18] أبو محمد عبد الملك ابن هشام،**السيرة النبوية**،(بيروت:دار الجيل،1411ھ)،ج2،ص87۔

[19] علي بن برهان الدين الحلبي،**إنسان العيون في سيرة الأمين المأمون-السيرة الحلبية**،(بيروت:دار المعرفة،1400ھ)،ج1،ص438-439۔

[20] ابن هشام،**السيرة النبوية**،ج2،ص87-88۔

[21] الحلبي،**السيرة الحلبية**،ج1،ص439۔

[22] أبوعمريوسف بن عبد الله البر القرطبي،**الاستيعاب في معرفة الأصحاب**،(بيروت:دار الجيل،1992ء)،ج2،ص542۔

[23] ابن حنبل،**المسند**،ج2،ص160،رقم الحديث:770۔

[24] أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني،**المعجم الأوسط**،(القاهرة:دار الحرمين،1415ھ)،ج8،ص140،رقم الحديث:8210۔

[25] ابن حنبل،المسند،ج44،ص233،رقم الحديث:26619۔

[26] جمال الدين ابو الحجاج يوسف المزي،**تهذيب الكمال في أسماء الرجال**،(بيروت:مؤسسةالرسالة،1992ء)،ج35،ص185۔

[27] اس روایت کی سند میں ابن لہیعہ راوی ہیں، جو ضعیف ہیں۔ دیکھیے: المزي،تهذيب **الكمال**،ج35،ص186۔

[28] القرآن 11:73۔

[29] سليمان بن أحمدالطبراني، **المعجم الكبير**، (بيروت:داراحياءالتراث العربي، 1983ء)، ج24، ص282، رقم الحديث:713۔

[30] ابن الأثيرالجزري، **أسدالغابةفي معرفةالصحابة**، (بيروت:دارالكتب العلميه، 1994ء)، ج7، ص132۔

[31] ابن الأثير، أسد الغابة، ج7، ص132۔

[32] شمس الأئمة محمد بن احمد السرخسي، **شرح كتاب السير الكبير**، (بيروت:دار الكتب العلمية، 1997ء)، ج1، ص70۔

[33] ابن حنبل، **المسند**، رقم الحديث:1401، ج3، ص19۔

[34] ابن هشام، **السيرة النبوية**، ج1، ص236۔

[35] أبومحمدالحسين بن مسعود البغوي، **معالم التنزيل في تفسير القرآن**، (بيروت:داراحياءالتراث العربي، 1420ھ)، ج3، ص130۔

[36] مسلم، **الجامع الصحيح**، أبواب الأشربة، باب إِكْرَامِ الضَّيْفِ وَفَضْلِ إِيثَارِهِ، رقم الحديث:5483۔

[37] ايضاً رقم الحديث:5482۔

[38] ابن سعد، **الطبقات الكبرى**، ج4، ص245۔

[39] ايضاً ج1، ص313۔

[40] الطبراني، **المعجم الكبير**، رقم الحديث:2152، ج2، ص274۔

[41] ابن حنبل، **المسند**، رقم الحديث:27226، ج45، ص202۔

[42] ابن سعد، **الطبقات الكبرى**، ج1، ص184۔

[43] أبوسعدعبدالملك بن محمد بن إبراهيم النيسابوري الخركوشي، **شرف المصطفى**، (مكة:دارالبشائر الإسلامية، 1424ھ)، ج2، ص392۔

[44] البخارى، **الجامع الصحيح**، كتاب البيوع، باب ماجاء في قول الله تعالي فإذا قضيت الصلاة فانتشروا في الأرض الخ، رقم الحديث:1943۔

[45] أبوالحسن علي بن عبد الله السمهودي، **وفاء الوفاء بأخبار دار المصطفى**، (بيروت:دار الكتاب العربى، 1405ھ)، ج2، ص48۔

[46] ايضاً ص50۔

[47] أبو نعيم أحمد بن عبد الله الأصبهاني، **حلية الأولياء وطبقات الأصفياء**، (بيروت:دار الكتاب العربى، 1405ھ)، ج1، ص377۔

[48] ايضاً۔

[49] ايضاً ص341۔

[50] أحمدبن علي بن عبدالقادر المقريزي، **إمتاع الأسماع بما للنبي من الأحوال والأموال والحفدة والمتاع**، (بيروت:دار الكتب العلميه، 1999ء)، ج10، ص158۔

[51] ابن سعد، **الطبقات الكبرى**، ج1، ص197۔

[52] الأصبهاني، **حلية الأولياء**، ج1، ص341۔

[53] السمهودي، **وفاء الوفاء**، ج2، ص50۔

[54] أبومحمدالحسين بن مسعود محى السنه البغوى، **الأنوار في شمائل النبي المختار**، (دمشق:دار المكتبي، 1995ء)، ج1، ص122۔

[55] الأصبهاني، حلية الأولياء، ج2، ص41۔

[56] http://covid.gov.pk/ Accessed July 18, 2020.

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 international license.